

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اشارات

پھیلی مرتبہ جو سلسلہ گفتگو اشارات میں دیا گیا تھا، اُسے التوا میں رکھ کر اپریل کی مناسبت سے حکیم الامت علامہ اقبالؒ کے متعلق کچھ باتیں پیشِ خدمت ہیں۔ انشاء اللہ آئندہ اشاعت سے اشارات کا سابق سلسلہ سجال کر دیا جائے گا۔

(دادارہ)

علامہ اقبالؒ کی شخصیت بر صیریر کے مسلمانوں کی تاریخ کے آسان پر ایسی لمحاتی کے ساتھ اُجھری کہ اس کی شاعروں کے لشکر نہ صرف عالم اسلام میں بلکہ آج کی پوری دنیا میں پھیل گئے، اور علم، ادب، فن، شعر، فلسفہ، انسان، خطاب وغیرہ کے بہت سے افق جگہ کا اٹھے۔ اقبالؒ کافتوں کا رنامہ سجالتے خود بہت عظیم ہے۔ یعنی اُسے اگر نکالوں کو یک سوکر کے اس کے شعری مقام پر نظر ڈالی جائے تو جہاں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ دنیا کے فن کے سچھے سارے کارناموں کا جو ہر اس نے سمیٹا، بلکہ شاعری کو نئے احساسات و جذبات، نیاطر ز فکر، نئی تشبیہات اور تراکیب دے کر کہیں سے کہیں ہینچا دیا۔ ایک طرف اس میں یمندی و بالیدگی پیدا ہوئی اور دوسری طرف وسعت اور آفاقیت۔ لیکن اقبالؒ نے فنِ شعر کی دنیا میں ایک تیرا کام بھی کیا جو بہت مشکل ہونے کے باوجود بہت کامیاب رہا۔ یعنی عربی، فارسی اور اردو کے سابق شعرا میں کچھ جزء وی مثا لوں سے ذرا آگے پڑھ کر اسلام کو ایک مذہب کے سجاوے ایک شعر کیک و تہذیب کی پر عنصرت شکل میں شعر کے آنکھیوں میں جلوہ گر کر دیا۔ اقبال نے فنِ شعر کے ظرف سے زیادہ اسلامی زندگی کی تفصیلات اور جزئیات تک شاعری کی جھوٹی میں ٹوٹا دیا۔

مگر کیا مجال کہ کہیں یہ محسوس ہو جائے کہ زبان یا فن پر کوئی چیز بارہ ہے، بلکہ فنی جمال اور شعری کمال اور بڑھ جاتا ہے۔ پڑھنے والے کو ایک طرف شاعری کے نئے مقاماتِ شکوہ دکھائی دیتے ہیں اور دوسری طرف سامنے کی چھوٹی چھوٹی اسلامی روایات اور قدروں کا بالکل نیا وسیع تر مفہوم سمجھدیں آتا ہے۔

بہبیتِ شاعر اقبال کا کام اگر یہاں تک ختم ہو جاتا کہ وہ حیاتِ ملی کی تجدید کیلئے جذباتی سطح پر کچھ اکساہیں پیدا کر دیتا تو اس سے زیادہ کوئی مطالبہ نہ فن اس سے کر سکتا تھا، نہ ملت۔ لیکن چونکہ وہ فلسفی بھی تھا، تاریخ ہشنہ بھی، واقعی اقتصاد بیات بھی۔ اور احکامِ قرآن اور اشعارِ سنت کی روشنیوں سے بھی کچھ بہرہ لکھتا تھا، نیز مغلیہ سلطنت کے لئے، تحریکِ مجاہدین کے امہر نے، پھر ۱۸۵۷ء کے اضطرابات، اور تحریکِ خلافت، ترکیہ میں ادارہ خلافت کے انہدام اور عرب نیشنڈم اور امپیریٹسٹ قوتوں کی اسلام دشمنی اور مسلم دشمنی کا فلم (کچھ مضبوط) قریب کی تاریخ سے متعلق اور کچھ حشمت دیدا حوالی، دیکھ کر ایک سیاسی و تہذیبی جملے سے ہوئے والی بہبادیوں کا پورا راز دان تھا۔ اور صرف سرسری طور پر مرد ج تصویر کے ایک غیر جاذب دار شاعر کی طرح نظر نہیں البتا کہ کبھی ایک طرح کا صر اور کبھی دوسری طرح کی لئے۔ وہ تاریخ کی جنگاہ میں مقتadam قوتوں میں سے ہر ایک کا ایک مقام اپنی فلسفیات فکر سے بھی متعین کرتا ہے اور پھر جذبہ ایمانی کے ساتھ اس جنگاہ میں سلاح قلم لے کر اُتر جاتا ہے، اور ساری عمر اسی طرح گزار دیتا ہے۔ جوں جوں وہ ایک مرحلے سے دوسرے مرحلے میں پہنچتا ہے، شعر کے ذریعے اس کا جہاد اسلامی مسلسل زور پکڑتا جاتا ہے۔

لیکن شاعری میں وہ اسلام کی یا ایک فقیہی یا واعظ یا ماضی کے انداز سے نہیں کرتا۔ بلکہ اپنے ایمانی شعور کے ساتھ محفیل انسانیت کے ایشیج پر کھڑے ہو کر اس ساری محفل سے بات کرتا ہے اور شاعری میں حتیٰ نہ زیادہ سے زیادہ گنجائش ہو سکتی ہے، ثابت کر دکھاتا ہے کہ اسلام ایک آفاقی دین اور بین الانساقی تحریک ہے اور دنیا کے ہر فرد کے لیے اس کے پاس پیغام ہے۔

اقبال کی شخصیت اور فن کے اس شعور کے ساتھ میں یہ کہتا ہوں کہ وہ دو رواں کے سب

بڑے معرفے کے لیے ہر صاحبِ دل کو اور قریبی رابطے کی وجہ سے ملت کے توجہ انہیں کو پیکارتا ہے۔ وہ سب سے بڑا معرفہ مادت و روحاںیت کا ہے، یا کہیے کہ مادہ پرستی اور خدا پرستی کا۔ (جسے اقبال نے معرفہ کے روح و بدن کہا ہے)۔ وہ تہذیبِ مغرب کا تجزیہ کر کے دکھاتا ہے کہ یہ سب مادہ پرستا نہ نقطہ نظر کا طسم ہے اور دوسری طرف وہ اسلام کو اسی حیثیت سے تمایاں کرتا ہے کہ وہ ایک خدا پرستا نہ نظام تہذیب ہے۔ وہ خود مادہ پرستی کے خلاف عرصہ پیکار میں کھڑا ہے، اور جہاں جہاں تک اُس کی آواز جاتی ہے وہ ہر کسی کو اس معرفے کے لیے پکارتا ہے کہ جہاں سے جو کوئی سچی خدا پرستی کی قوتت لے کر اٹھ سکتا ہو۔ شے۔

میدانِ جنگ بڑا وسیع ہے۔ علوم اور چیالات کا دائرہ ہے، تعلیم کا حلقة ہے، المطبع کی دنیا ہے، صحافت اور دوسرے ذرائع ابلاغ ہیں، ادب اور ثقافت ہے، گھر بیوی زندگی اور نظامِ معاشرت ہے، سیاسی اختیار اور عدالتی ہدایت ہے، وغیرہ۔ وہ ان سارے میدانوں میں یہ چاہتا ہے کہ خواپرستوں کی قوتیں مادہ پرستا نہ تہذیب کی فتنہ سامنیوں اور فکری تباہ کا ریوں اور اخلاق سوزیوں کے خلاف برسیر عمل ہو جائیں۔ بلکہ اقبال کا یہ فکر ہی اپنے منظرِ بحث میں آجائے تو پھر اندازہ کہ نامشکل نہیں رہتا کہ کس غرض کے لیے وہ ایک الگ خطہ نہیں اُس ملت کے لیے حاصل کرنا چاہتا مخا جس کے اسلامی رحمانات میں اگر آفاقت روح اور بین الانسانی خدمت کا جذبہ آمجا رہا ہے تو وہ ایک بنیادی اور بڑے جہانی القلوب کا ذریعہ بن سکتی ہے:

بعضی یہ ہوئی کہ اقبال کو شروعِ شروع میں جسی محبت و احترام سے سر انکھوں پر بٹھانے کے ساتھ اُسے سمجھنے کی کوشش کی گئی اور بعض اصحابِ نہ تو قرآن کی روشنی میں اقبال کے کلام پر تفکر کیا دیکام اب بھی ہوتا رہتا ہے۔ مگر بعد میں اقبال کے فتنے کا رنامے کو بھی اور صفتی بعض پہلووی سے اس کی شخصیت کو بھی تنازعہ بنانے کی کوشش کی گئی۔ مشہد ترقی پسند تحریک کے حلقوں سے آوازِ اٹھی کہ اقبال رجحت پسند ہے۔ کچھ لوگوں نے اس کے کلام کو بغیر محیا کی

سلہ پر وفیکِ سنتبل امتحنے بھی اپنی کتاب "ماڈرن اسلام ان انڈیا" میں اقبال کے دباقی برصنو اعتمد

اور اخراجی قرار دینے کی بھی کوشش کی۔ پھر اشتراکیوں نے ایک اور راستہ اختیار کیا۔ اقبال کے بعض اشعار و نکات کو ادھر ادھر سے چن کر یہ دعویٰ کیا کہ اقبال بھی موسیٰ انقلاب سے متاثر اور اشتراکی یا سو شدست ذہن کا مبتدا۔ پھر کچھ لوگوں نے اس کی ذاتی اور گھر بلوزندگی کے مختلف احوال کا تجزیہ پورا ہے میں کہ ناشر ورع کر دیا۔ اور اب دانش وردوں کا ایک جتنا (موجودہ مسلم لیگی حکمرانوں کی تائید و تحسین کے ساتھ) اس دعوے کو لے کر اُنہوں نے کہ اول تو اقبال نے سیکولر اسلام کا تصور پیش کیا ہے جسے سمجھا نہیں جاسکا۔ دوسرے وہ یہ نہیں چاہتا مبتدا کہ قروں اولیٰ کے قوانین اور احکام اور تقاریب اس روشن دور میں از مرئو را صحیح کیے جائیں، بخلاف اس کے وہ ایسے اجتہاد کا علمبردار ہے کہ پہلے سارے سرایہ علم و تجربہ کو دریا بُرد کر کے وقت کے تقاضوں کے متعلق نصوص کی نئی تعبیریں کی جائیں اور پھر ان نئی تعبیریوں پر ایک مادرن فقہ کھڑی کی جائے۔ خواہ اسلام میں یا نہ رہے، بھر کچھ بھی رہے گا، اسی کو اسلام سمجھا جائے گا۔

یہ بڑی تحریر نما صورت ہے کہ ہماری ایک عظیم تاریخی، علمی اور ادبی شخصیت کو اغوا کیا جائے ہے۔ کبھی کوئی گروہ اس مہم کے لیے اٹھتا ہے، کبھی دوسرا گروہ۔ مطلب سب کا یہ ہے کہ اقبال حقیقت میں جس مقام پر ہے اُس سے اُس سے ہٹا کر غائب کر دیا جائے اور ایک نئی طرز کے ادارے میں اُس سے نصب کر دیا جائے۔ جیسے ایک گروہ نے کسی زمانے میں جھر اسود کو کعبہ سے چھا لیا تھا اور کئی سال اُسے غائب رکھا۔ بڑی مشکلوں سے واپس حاصل کیا گیا۔ اس طرز

(لبقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ)

کارنامے کے دو حصے کیے۔ یعنی جہاں وہ عام طریقے سے حسن و جمال یا علم یا ترقی وغیرہ کی بات کرتا ہے، وہاں وہاں تو اسمتھ اُسے مادرن کہتا ہے۔ اور جہاں جہاں اقبال^{۱۰} اسلام کے حقائق کو انجھارتا یا مسلمانوں کو پکارتا یا عشق نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ذکر کرتا یا مادہ پرستی کے خلاف آواز اٹھاتا ہے تو وہ پر وفیر اُسے مجیعت پسند قرار دیتا ہے۔

پر اگر کسی شخصیت کو خدا پرستا نہ تہذیب کے فکر میں ایوان سے نکال لے جایا جائے اور اسے جا کر ماڈرن سینیکو لار اسلام کے شعبہ اجتہاد میں لے جا کر نصب کر دیا جائے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کے اثر و قوت کو ایک طرف سے ہٹا کر دوسرا طرف لے کا دیا جائے۔

(اقبال کی فتنی شخصیت کا انہوں کرنے والے مختلف غاصر سے رجاء بہ پیشہ ہو سکتے ہیں) مجھے یہ پوچھنا ہے کہ تم ذرا اس کی کتاب "اسرار خودی اور رہنمائی" کو لے کر اس کا سادہ ترجمہ کرو اور یہ بتاؤ کہ اس کے اتنے طویل بیان سے اشتراکیت نکلتی ہے یا سینکو لار ام یا ماڈن پرستی یا اسلام؟ — یا کچھ بھی نہیں؟

ایک کیا، کوئی کتاب لے لیں۔ بلکہ یوں کریں کہ ساری کتابوں کو جمع کر کے یہ دیکھیں کہ ان میں اسلامی شخصیتوں، اسلامی اصطلاحات، اسلامی موضوعات، آپات، احادیث، اسلامی تاریخ کے واقعات، تراکیب اور استعارات اور تلمیحات، ملکوں اور مقامات کے نام، کتابوں کے نام، زندگی کے مسائل و مباحثت کے متعلق اسلامی راویوں کا بیان کس قدر ہے۔ ایسی فہرست بنانے کے بعد بتائیے کہ یہ نظام اسلامی کے کسی مخالف کا کلام ہو سکتا ہے یاد اعنی اسلام کا!

خوب غور کرو اور بھرپور بتاؤ کہ کیا یہ روایتی صحیح ہے یا نادرست کہ ایک طرف اقبال کو فکر میں رہنما مانتا، تصور پاکستان پیش کرنے والا مدبر مانتا، ترجمانِ حقیقت اور حکیم الامم مانتا، اس کے یوم منانا، اس کے مزار کو سجانا، سنوارنا اور وہاں جا کر مچھول چڑھانا اور سلامیاں دینا، — اور دوسری طرف — اس کے اصل مدعای کے کلام کو جو پوری طرح واضح اور عیاں ہے ("کیا غصب آئے نگاہوں پر، جو تباہ ہوں ہیں") اس کو نہ تحقیقاتوں کے چاک پر گھما کر اقبال کے کلام سے نئے نئے معافی کی تخلیق کرتے چلے جانا۔ میرے خیال میں تو مذاق ہے۔ اقبال^۱ کے منہ میں جس کا جی چاہتا ہے اپنی باتیں مٹھوں دیتا ہے۔ بھرپور سماں کو بزرگ از مبارکہ اور آزادی رائے کے نام پر چلنے منہ، اتنی باتیں، یہ تیجہ پیدا کرتا ہے کہ اقبال^۲ کی آواز بھر جاتی ہے، اس کے تخلیقات کے شہیاذ پر مچھول چڑھاتے نہ جانے کہاں غائب ہو جاتے ہیں۔

اگر اقبال^۳ کے اثرات سے معاشرے کو درکھنے کا سبب یہ اعلیٰ تحقیقاتیں اور طیور ہے

پر و پینڈے سے نہ ہوتے تو کیا ہم جرام کے لحاظ سے، جہالت کے لحاظ، افلاس کے لحاظ سے، مالیات کی پستی کے لحاظ سے، زرِ مبادلہ کی کمی کے لحاظ سے، شجارتِ خارجہ کے خسارے کے لحاظ سے، غیر ملکی مقر و صنعت کے لحاظ سے، صنعتی اسٹھاط کے لحاظ سے، ٹیکسٹوں اور اس کی قیمتیوں کے اضافے کے لحاظ سے، نفرت کے لحاظ سے، صوبائی نزاعات کے لحاظ سے، سیاست کی کمزوری اور لیڈروں کی بے وقعتی کے لحاظ سے اتنے ہی گئے گذے ہوتے۔

اقبال^{۱۰} کے فن اور سینما کی شعاعوں کو اس طرح بکھیر دیا گیا ہے کہ ہمارا تھی وجود ہی الہی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا ہے، کجا کہ ہم سارے زمانے کو روشنیاں باشٹے والے ہوتے۔

شدید ضرورت ہے کہ صحتِ مندِ ذہن کے محقق اور دالشور اقبال^{۱۱} کے کلام، فن اور فلسفے اور نظریہ و غایت پر اتنا محسوس اور ثابت کام کریں کہ وہی محسوس ثابت کام تلت اور خصوصاً اس کے نوجوانوں پر چھا جائے۔ اقبال شناسی کے نام پر ہر وہ کوشش جو ہماری موجودہ بگڑی ہوئی اُبندگیوں اور مغربِ زندگی کو حیاد مہیا کرتی ہے، درحقیقت اقبال^{۱۲} اور معاشر سے کے درمیان گرد و عنابر کی ایک دیوار کو حائل کرتی ہے۔